بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق میں ہر طرح کی رنگارنگی رکھی ہے۔ جس طرح اس دنیا میں اُس نے انسان وحیوان، نباتات وجمادات، خاک وباد اور آگ وپانی وغیرہ کو پیدا کیا، اسی طرح اس کے لوازمات میں سیاہ وسفید، سرد وگرم، اندھیرا اُجالا اور خوش بو وبدبو وغیرہ بھی سب اُسی نے بنائے۔ بالکل اسی طرح فطرتِ آدم میں خیر وشر، اچھائی وبُرائی، نیکی وبدی اور خوف ورَجا وغیرہ بھی اسی خالق کی پیدا کردہ ہیں۔

دیتا ہے ہر ایک کو حکیم　　جس کی جیسی طبیعت ہے
وہی نمایاں ہوتا ہے　　جس کی جیسی فطرت ہے

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، مَّا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ، تجھے جو نیکی پہنچتی ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو بدی پہنچتی ہے وہ خود تجھ سے ہے، (النساء:۷۹)۔ مولانا عبدالقدیر صدیقی حسرتؒ اس آیت کی تفسیر یوں فرماتے ہیں کہ "خیر اور شر کی نمائش اور ان کا ظہور سب اللہ کی وجودِ بخشی کی وجہ سے ہے۔ اللہ اگر دیتا نہیں تو نہ بھلائی نمایاں ہوتی اور نہ بُرائی۔ خیر اور شر کا ظاہر ہونا 'وجود' یعنی اللہ تعالیٰ سے ہے۔ وہ خیر وشر کا خالق ہے جب کہ بندہ کاسب اور فاعل۔۔۔ خیر، اللہ کی طرف جائے گا اور شر، بندے کی طرف۔ اس خیر وشر کا معیار کیا ہے؟ سنو! ہم مذہبی لوگ ہیں۔ ہمارے پاس، جس کا حکم اللہ اور اس کا رسول دے وہ خیر ہے، اور جس سے منع کرے وہ شر۔ پھر سوال یہ اٹھتا ہے کہ آخر یہ شر پیدا کہاں سے ہوا؟ کیا اللہ نے پیدا کیا؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو خیر ہی خیر ہے۔ اس سے شر کیوں کر پیدا ہوگا؟ بات یہ ہے کہ اس کائنات میں جو بھی اللہ سے قریب تر ہوگا وہ خیر تر ہوگا۔ اور جو دور تر ہوگا وہ شر تر"۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دوسری اور مخلوقات کے مقابل اہم ترین امتیاز یہ عطا کیا کہ اسے عقل دی، غور وفکر کی صلاحیت دی، اور اسے یہ اختیار دیا کہ برے اور بھلے میں فرق کو محسوس کرے اور اس کے مطابق

Siddiqui Publications

عمل کرے۔ اور پھر فرمایا، فَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ ، وَمَن يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ، یعنی جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ برابر بھی برائی کی وہ اسے دیکھ لے گا، (الزلزال: ۷ اور ۸)۔ عمل اور ردّ عمل برابر ہوتا ہے۔ لہٰذا جیسا کروگے ویسا بھروگے۔ جیسا بوؤگے ویسا کاٹوگے۔

جہاں تک شیطان کا تعلق ہے اُس کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کے بندوں کو بہکائے، اپنے سحر سے اس کی عقل کو مفلوج کردے اور اپنا تابعدار بنالے۔ انسان ان باتوں کا علم بھی رکھتا ہے لیکن پھر بھی وہ شیطان سے بچنے کی نہ خواہش کرے اور نہ ہی اس کے لیے کوئی جدوجہد کرے تو ایسوں کے لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَأَن لَّيْسَ لِلْإِنسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ، وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ، یعنی آدمی کے لیے وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے، بے شک آدمی اپنی سعی کے نتیجے کو دیکھے گا، (النجم: ۳۹ اور ۴۰)۔

جدت پسندی ایک فطری رجحان ہے۔ چناں چہ انسانی معاشرے میں تبدیلی اور جدیدیت کا تسلسل ایک ناگزیر حقیقت ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ انسان کے رہن سہن کے طور طریقے بدل سکتے ہیں۔ اس کے لباس مختلف ڈیزائن کے ہوسکتے ہیں۔ اس کی بنائی عمارتوں میں نئی کشش پیدا کی جاسکتی ہے۔ اس کی تقریر و تحریر کے انداز بدل سکتے ہیں۔ لیکن ساتھ ہی اس کو اس بات کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے کہ مذہبی عقائد اور اخلاقی اقدار کا بنیادی ڈھانچہ کسی صورت مجروح نہ ہونے پائے۔ اسی طرح تہذیب کے خدوخال میں کسی طور شر، فتنہ، فساد اور برائی سرایت نہیں کرنی چاہیے۔ مگر دیکھا یہ جارہا ہے کہ اس وقت معاشرے میں اس ”جدیدیت“ نے اپنا توازن کھو دیا ہے۔ روز بہ روز، بُرے اور بھلے کی تمیز مٹتی جارہی ہے۔ اس لیے کہ آج انسان کی ”کچھ نیا“ اور ”کچھ الگ کرنے“ کی خواہش اس کی کمزوری بن چکی ہے۔ اور اس کا منفی فائدہ اٹھانے میں شیطان اس وقت بہت حد تک کامیاب نظر آنے لگا ہے۔

یہ کتابچہ اسی موضوع پر، مختلف مذاہب اور خاص طور پر مذہبِ اسلام کے تناظر میں، لکھا گیا ہے۔ مختصر بات کی گئی ہے تاکہ مفید رہے۔

محمد عبدالاحد صدیقی

جنوری 2016ء

Siddiqui Publications